# لطیفہ ۴۳

## بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں

**قال الاشرفؒ :**

**البخل هو الامساک عن الحق من ذمة والسخاهو فناء النفس فی سبیل الله مع الواجب.**

سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا کہ کنجوسی اپنے ذمے حق کو ادا کرنے سے رک جانا ہے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں واجب کے ساتھ نفس کو فنا کرنا ہے۔

ایک شخص پر جو کچھ واجب ہے اگر ادا نہیں کرتا تو بخیل کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ واجب سے زیادہ ادا نہ کرے تو اس نے فضیلت کو ترک کیا خواہ دے یا نہ دے۔ اگر دیتا ہے تو عدل ہے واجب کا ادا نہ کرنا حرام اور کنجوسی ہے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ سخی وہ شخص ہے جو واجب کو ادا کرتا ہے اور بخیل اس کے ضد ہوتا ہے (یعنی واجب ادا نہیں کرتا) لیکن سخی اور جواد میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سخی وہ ہے جو حق دار کو واجب ادا کرتا ہے اور جواد وہ ہے جو واجب پر اضافہ کر کے (حق دار کو) دیتا ہے، بعض علما کے نزدیک، صفاتِ خلق کے اعتبار سے، جو دوسخا کے ایک ہی معنی ہیں لیکن حق تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں اور سخی نہیں کہتے کیوں کہ ہم اس امر سے آگاہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے خود کو سخی نہیں فرمایا ہے اور نہ احادیث و روایت میں اس نام (یعنی سخی نام) کا ذکر ہے۔ علما کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا نام رکھنا بمقتضائے عقل ولغت جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ عالم (جاننے والا) ہے اور اس پر اجماع ہے کہ سب اسے عالم کہتے ہیں اور عاقل وفقیہہ نہیں کہتے، حالاں کہ عالم، عاقل اور فقیہہ کے ایک ہی معنی ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ پہلا درجہ سخاوت ہے، اس کے بعد جود اور اس کے بعد ایثار کا درجہ ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ ایک شخص اپنے مال میں کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور کچھ بچا کر رکھے وہ سخی ہے، جو شخص زیادہ خرچ کرے اور اپنے لیے کم بچائے وہ جواد ہے اور جو شخص خود تکلیف اٹھائے اور دوسرے کی تکلیف دور کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ یہ تمام خوبیاں صفاتِ خلق میں شامل ہیں۔

بیان فرماتے تھے کہ جواد وہ ہے کہ جس وقت کوئی چیز دینے کا خیال دل میں پیدا ہو اسی وقت دیدے۔ اگر دوسرے خطرے کا انتظار کرے تو سخی کہا جائے گا۔ علاوہ ازیں سخی مال دیتے وقت بعض باتوں کی احتیاط کرتا ہے (مستحق اور غیر محتق میں تمیز کرتا ہے) لیکن جواد کسی قسم کی احتیاط نہیں کرتا۔ بعض بزرگوں کے نزدیک ایثار، انفاق، فتوت (جوانمردی) اور صدقہ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ایثار دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر مال خرچ کرنا ہے اور انفاق یہ ہے کہ اپنی محبوب شے کو خرچ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ [۱] (تم ہرگز نہ پاسکو گے نیکی یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو)

فتوت یہ ہے کہ دوسرے کے کام کے لئے قدم اٹھائے۔ اپنے نفس کو دوسرے کے نفس پر ترجیح نہ دے۔ صاحب فتوت انصاف کرتا ہے اور خود انصاف کا طالب نہیں ہوتا، دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اور آج جو کچھ اس کے پاس ہے، کل کے لیے ذخیرہ نہیں کرتا اور سوالی کو (خالی ہاتھ) نہیں لوٹاتا۔ **قال علیه السلام الصدقه تقع اولاً فی ید الرحمن ثم انتقل فی ایدی الفقیر۔** رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ اولاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں واقع ہوتا ہے پھر محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ فقیر کو تھوڑا بہت ضرور دینا چاہیے اور شرم نہیں کرنا چاہیے۔ اس حقیقت پر غور کرے کہ ہر عطا کرنے والا لینے والا بھی ہے۔

صدقے کے قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرطیں صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ حلال کمائی سے دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ صالح لوگوں کو دے تاکہ خراب باتوں پر خرچ نہ ہو۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت کی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ خوش دلی اور عاجزی کے ساتھ دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر دے اور پانچویں ایک شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے کا ذکر زبان پر نہ لائے احسان نہ جتائے **لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی** [۲] (نہ ضایع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر)۔ حضرت فرماتے تھے کہ عطا کرنے والا اپنی نظر پیدا کرنے والے پر رکھے حاتم (طائی) اور اس کی سخاوت کا ذکر ہوا۔ (فرمایا) حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے چند باتیں اس کی سخاوت سے متعلق بیان کی ہیں، اُن سے اس کی ہمت کی بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ اعراف میں ہے، اللہ کی کتاب کے خلاف ہے کیوں کہ کافروں کا دوزخ میں ڈالا جانا قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ اگر بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی نہیں ہوتی کیوں کہ کافر کے عذاب میں تخفیف دفع عذاب تک پہنچ سکتی ہے یعنی اس کا احتمال ہے کہ کافر کی مسلسل نیکیوں کے باعث اسے عذاب ہی سے چھٹکارا حاصل ہوجائے، ایسا ہونا نص صریح کے خلاف ہوگا بہر حال یہ اسرار الٰہی ہیں، ان کا انکشاف تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ چونکہ قلم کی لگام بے اختیار ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیے اس مقام پر ایک شمہ ذکر اس امر کا بھی

---

۱۔ پارہ۔ ۴، سورۂ ال عمران، آیت ۹۲

۲۔ پارہ ۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۶۴

ہو گیا۔ اشعار:

چو در دنیا عذاب و رحمت آید
چرا در آخرت آرند انکار

ترجمہ: جب دنیا میں عذاب اور رحمت دونوں آتے ہیں تو پھر آخرت میں ان کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

کہ آں قادر چو وعدہ کردہ در پیش
بجان ودل گراید نصّ و آثار[1]

ترجمہ: اس قادر مطلق نے جب وعدہ کیا ہے تو جان ودل سے اس کے حکم کو قبول کرنا چاہیے۔ مومن کے لیے جنت اور کافر کے لیے دوزخ ہے۔

ولے رمزیست در وے عار فاں را
کہ در پوشیدہ می دارند اسرار

ترجمہ: لیکن اس میں عارفین کی ایک مصلحت ہے کہ وہ اسرار الٰہی کو ظاہر نہیں کرتے۔

چو در کارے کسے را درپذیرد
بود راحات رنج و گنج دُر بار

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو قبول فرماتا ہے تو اس کی محنت راحت اور موتی برسانے والا خزانہ ہو جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر ایثار کی تفصیل میں درختوں کے پتے ایک ضخیم کتاب اور سمندروں کا پانی روشنائی بن جائیں تو ایک حرف سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ صفتِ بخل سے موصوف ہو کیوں کہ بخل اپنی خاصیت میں کفر کی صفت رکھتا ہے۔ کافروں کے بخل کی انتہا یہ ہے کہ اگر کافر ناخن سے پہاڑ کھودنا چاہیں تو یہ کام ان کے لیے آسان ہے لیکن زبان پر کلمہ لانا دشوار ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ کی پناہ! اللہ کی پناہ! میں اگر اپنے اصحاب واحباب کے بارے میں سنوں کہ ان اوصاف کا ایک شمہ اُن میں ہے تو اپنی بیعت وخلافت کے بندھن سے انھیں آزاد کردوں گا۔

فرماتے تھے کہ بعض درویش اپنے اہل وعیال کے لیے ذخیرہ کرنا روا رکھتے تھے جیسے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کو ایک ماہ، بعض کو چھ ماہ اور بعض کو ایک سال کی خوراک مہیا فرماتے تھے لیکن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں ایک حکمت ہے کہ بعض کم ہمتوں کو جو عقیدہ ویقین میں سست ہیں سند ہو جائے ان کے لیے نہیں جو کامل الحال حضرات ہیں۔ **نعوذ باللہ منہا۔**

---

[1] (یہ مصرع مطبوعہ نسخے میں ''بجان ودل گرابر نص وآثار'' اور خطی نسخے میں ''بجان ودل کرابر نص وآثار'' دونوں سے مفہوم واضح نہیں ہوتا احقر مترجم کے قیاس میں شاید یہ مصرع یوں ہوگا ''بجان ودل گراید نص وآثار'' قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)